قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

جمعرات 03 دسمبر 2020ء | 17 ربیع الثانی 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:286

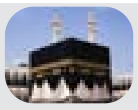

ارشاد باری تعالیٰ

وَ قُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا۔

(سورۃ بنی اسرائیل۔آیت 54تا55)

ترجمہ: اور تو میرے بندوں سے کہہ کہ وہی بات کہا کریں جو سب سے زیادہ اچھی ہو کیونکہ شیطان یقیناً اُن کے درمیان فساد ڈالتا رہتا ہے۔ شیطان انسان کا کُھلا (کُھلا) دشمن ہے تمہارا ربّ تمہیں سب سے زیادہ جانتا ہے اگر وہ چاہے گا تو تم پر رحم کرے گا اور اگر وہ چاہے گا تو تمہیں عذاب دے گا اور اے رسول! ہم نے تجھے ان کا ذمہ وار بنا کر نہیں بھیجا۔

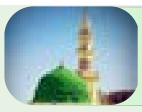

فرمانِ رسول ﷺ

تم مجھے بخیل نہ پاتے

حضرت جبیرؓ بن مطعم کہتے ہیں کہ ایک بار وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ اور لوگ بھی تھے۔ آپ ﷺ حنین سے آرہے تھے کہ بدوی لوگ آپ سے لپٹ گئے۔ وہ آپ ﷺ سے مانگتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے آپ ﷺ کو ببول کے ایک درخت کی طرف ہٹنے کے لئے مجبور کر دیا جس کے کانٹوں میں آپ ﷺ کی چادر اٹک گئی۔ رسول اللہ ﷺ ٹھہر گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا میری چادر مجھے دے دو۔ اگر میرے پاس ان جنگلی درختوں کی تعداد کے برابر اونٹ ہوتے تو مَیں اُنہیں تم میں بانٹ دیتا اور پھر تم مجھے بخیل نہ پاتے اور نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما کان النبی ﷺ یعطی المؤلفة قلوبهم و غیرهم... حدیث نمبر ۳۱۴۸)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

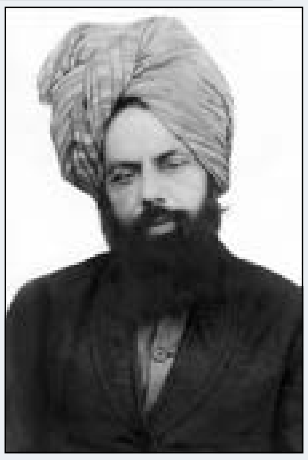

معاشرے کا امن ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنے اور معاف کرنے سے وابستہ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اے ہموطن پیارو!! میں نے یہ بیان آپ کی خدمت میں اس لئے نہیں کیا کہ میں آپ کو دکھ دوں یا آپ کی دل شکنی کروں بلکہ میں نہایت نیک نیتی سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن قوموں نے یہ عادت اختیار کر رکھی ہے اور یہ ناجائز طریق اپنے مذہب میں اختیار کر لیا ہے کہ دوسری قوموں کے نبیوں کو بدگوئی اور دشنام دہی کے ساتھ یاد کریں وہ نہ صرف بیجا دخلت سے جس کے ساتھ ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں خدا کے گنہگار ہیں۔ بلکہ وہ اس گنہ کے بھی مرتکب ہیں کہ بنی نوع میں نفاق اور دشمنی کا بیج بوتے ہیں۔‘‘

(پیغام صلح، روحانی خزائن، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 460، مطبوعہ 2008ء)

پھر فرمایا:

’’خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں اس قدر ہمیں طریق ادب اور اخلاق کا سبق سکھلایا ہے کہ وہ فرماتا ہے کہ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ (سورۃ الانعام:109) یعنی تم مشرکوں کے بتوں کو بھی گالی مت دو کہ وہ پھر تمہارے خدا کو گالیاں دیں گے۔ کیوں کہ وہ اس خدا کو جانتے نہیں۔ اب دیکھو کہ باوجودیکہ خدا کی تعلیم کی رو سے بُت کچھ چیز نہیں ہیں مگر پھر بھی خدا مسلمانوں کو یہ اخلاق سکھلاتا ہے کہ بتوں کی بدگوئی سے بھی اپنی زبان بند رکھو اور صرف نرمی سے سمجھاؤ۔‘‘

(پیغام صلح، روحانی خزائن، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 460تا461، مطبوعہ 2008ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:

’’پہلا خلق ان میں سے عفو ہے۔ یعنی کسی کے گناہ کو بخش دینا۔ اس میں ایصال خیر یہ ہے کہ جو گناہ کرتا ہے وہ ایک ضرر پہنچاتا ہے اور اس لائق ہوتا ہے کہ اس کو بھی ضرر پہنچایا جائے۔ سزا دلائی جائے۔ قید کرایا جائے۔ جرمانہ کرایا جائے یا آپ ہی اس پر ہاتھ اٹھایا جائے۔ پس اس کو بخش دینا اگر بخش دینا‘ مناسب ہو تو اس کے حق میں ایصال خیر ہے۔ اس میں قرآن شریف کی تعلیم یہ ہے۔

وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ (آل عمران:135)۔ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الشوریٰ:41) یعنی نیک آدمی وہ ہیں جو غصہ کھانے کے محل پر اپنا غصہ کھا جاتے ہیں اور بخشنے کے محل پر گناہ کو بخشتے ہیں۔ بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے جو کی گئی ہو۔ لیکن جو شخص گناہ کو بخش دے اور ایسے موقعہ پر بخشے کہ اس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو۔ کوئی شر پیدا نہ ہوتا ہو۔ یعنی عین عفو کے محل پر ہو۔ نہ غیر محل پر تو اس کا وہ بدلہ پائے گا۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد،10، صفحہ 351، مطبوعہ 2008ء)

فرمان خلیفہ وقت

دنیا کا امن برباد ہونے کی ایک بڑی وجہ

حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

یہاں میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ دنیا کے ایک بہت بڑے خطہ پر مسلمان حکومتیں قائم ہیں۔ دنیا کا بہت سا علاقہ مسلمان کے زیر نگیں ہے۔ بہت سے مسلمان ممالک کو خدا تعالیٰ نے قدرتی وسائل بھی عطا فرمائے ہیں۔ مسلمان ممالک یو این او (UNO) کا حصہ بھی ہیں۔ قرآن کریم جو مکمل ضابطہ حیات ہے اس کے ماننے والے اور اس کو پڑھنے والے بھی ہیں تو پھر کیوں ہر سطح پر اس خوبصورت تعلیم کو دنیا پر ظاہر کرنے کی مسلمان حکومتوں نے کوشش نہیں کی۔ کیوں نہیں یہ کرتے؟ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق کیوں دنیا کے سامنے یہ پیش نہیں کرتے کہ مذہبی جذبات سے کھیلنا اور انبیاء اللہ کی بے حرمتی کرنا یا اُس کی کوشش کرنا یہ بھی جرم ہے اور بہت بڑا جرم اور گناہ ہے۔ اور دنیا کے امن کے لئے ضروری ہے کہ اس کو بھی یو این او کے امن چارٹر کا حصہ بنایا جائے کہ کوئی ممبر ملک اپنے کسی شہری کو اجازت نہیں دے گا کہ دوسروں کے مذہبی جذبات سے کھیلا جائے۔ آزادیٔ خیال کے نام پر دنیا کا امن برباد کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ لیکن افسوس کہ اتنے عرصہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے، کبھی مسلمان ملکوں کی مشترکہ ٹھوس کوشش نہیں ہوئی کہ تمام انبیاء، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر نبی کی عزت و ناموس کے لئے دنیا کو آگاہ کریں اور بین الاقوامی سطح پر اس کو تسلیم کروائیں۔ گو یو این او (UNO) کے باقی فیصلوں کی طرح اس پر بھی عمل نہیں ہوگا، پہلے کونسا امن چارٹر پر عمل ہو رہا ہے لیکن کم از کم ایک چیز ریکارڈ میں تو آ جائے گی۔ او آئی سی (OIC)، آرگنائزیشن آف اسلامک کنٹریز جو ہے، یہ قائم تو ہے لیکن ان کے ذریعہ سے کبھی کوئی ٹھوس کوشش نہیں ہوئی جس سے دنیا میں مسلمانوں کا وقار قائم ہو۔ مسلمان ملکوں کے سیاستدان اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہر کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر نہیں خیال تو دین کی عظمت کا خیال نہیں۔ اگر ہمارے لیڈروں کی طرف سے ٹھوس کوششیں ہوتیں تو عوام الناس کا یہ غلط ردّعمل بھی ظاہر نہ ہوتا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21 ستمبر 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- (منظوم)
- تعارف سورۃ الصّٰفّٰت
- سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی
- حضرت میاں محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ

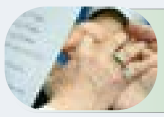

دربارِ خلافت

یہ انذار خدا کے خاص بندے کے ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

احمدی تو قانون کی پابندی کرنے والے ہیں، ہمیشہ رہے ہیں، اور رہیں گے انشاء اللہ۔ انہوں نے تو قانون کے احترام میں اپنی ملکیتی زمین جو دارالنصر میں دریا کی طرف، دریا کے قریب، ربوہ کی زمین تھی وہاں پر قبضہ کرنے والوں سے لڑائی کی بجائے قانون کا سہارا لیا۔ لیکن قانون وہی ہے کہ طاقت والے سے ڈرو اور طاقت والے کے کام کرو۔ ہائی کورٹ نے یہ فیصلہ تو کر دیا کہ اس وقت تک کوئی فریق اس پر کسی قسم کا تصرف نہیں کرسکتا، کوئی تعمیر نہیں کرسکتا جب تک کورٹ فیصلہ نہ کرے۔ لیکن آج 30-32 سال کے بعد بھی کورٹ کو فیصلہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ احمدی تو اس حکم کی پابندی کر رہے ہیں۔ لیکن دوسرا فریق جو اسلام کے نام پر ناجائز قبضہ کرنے والوں کا گروپ ہے تعمیر پر تعمیر کرتا چلا جارہا ہے اور جب ہائی کورٹ کو کہو کہ یہ ہائی کورٹ کے حکم کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اور یہ ہتک عدالت ہے تو کورٹ کا جواب یہ ہوتا ہے کہ ہتک ہماری ہو رہی ہے، تمہیں کیا فرق پڑتا ہے۔ بالکل دوہرے معیار ان کے حکموں اور فیصلوں کے ہوگئے ہیں۔ کہنے کو عدلیہ بڑی انصاف پسند ہے۔غرض کہ ہر طبقہ، ہر محکمہ، کرپشن کے جو اعلیٰ ترین معیار ہیں ان کو چھُو رہا ہے۔ نیکی کے معیار حاصل نہیں کر رہے، برائیوں کے معیار حاصل کرنے کی طرف دوڑ لگی ہوئی ہے اور اس کی وجہ وہی ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ایمانی حالتیں انتہائی کمزور ہوگئی ہیں اور عالم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے۔ پس آج کل تو لگتا ہے کہ ان نام نہاد اسلام کے ٹھیکے داروں کا ایمان دنیا اور اس کے جاہ و مراتب ہیں۔ یہ سارے فساد جو ملک میں ہو رہے ہیں اور آفات بھی جو آرہی ہیں، اگر غور کریں تو اس کا سبب زمانے کے امام کا نہ صرف انکار بلکہ اس کا استہزاء اور اس کے ماننے والوں پر ظلم ہے۔

اب ایمرجنسی پاکستان میں نافذ ہوئی تو فوراً ساتھ ہی دستور کو بھی کالعدم قرار دے دیا۔ یہ علیحدہ بحث ہے کہ اختیار ہے یا نہیں یا اس کی کیا قانونی اور آئینی حیثیت ہے لیکن جیسا کہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ ملک میں یہی ہوتا آیا ہے۔ انہوں نے ایمرجنسی بنائی اور دستور کو کالعدم کر دیا۔ لیکن یہ قانون اتنے جوش اور غصے میں بھی نہیں بنایا گیا۔ اتنے ہوش و حواس ان کے قائم رہے کہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والی جو شقیں ہیں وہ قائم رہیں گی، ان کو نہیں چھیڑا گیا۔ خاص طور پر اناؤنس کیا گیا کہ وہ قائم ہیں۔ تو آج کل چاہے وہ حکمران ہیں یا سیاستدان ہیں یا کوئی بھی ہے خدا سے زیادہ ان کو خوف ان لوگوں کا ہے جو مذہب کے نام پر فساد پیدا کرتے ہیں اور ہر حکومت انہیں خوش کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ پس جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بھی کہا تھا کہ ملک کے لئے دعائیں کریں اور دعاؤں کے ساتھ جو پاکستان میں رہنے والے احمدی ہیں، کسی کو بھی، کسی بھی طرح، کسی بھی شکل میں ان فسادوں میں حصہ دار نہیں بننا چاہئے۔ باوجود اس کے کہ ہم پر زیادتیاں ہوتی ہیں اور ہو رہی ہیں اور آئندہ بھی ہوں گی، ہم نے قانون کی پابندی کرنی ہے اور وقت کی حکومت کے خلاف کسی قسم کا بھی جو فساد ہے اس میں حصہ نہیں لینا۔ ہمارا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے اور جس حد تک ہو سکے یہ کرنا چاہئے کہ اپنے اپنے حلقے میں، اپنے دائرے میں ان لوگوں کو یہ بتانا چاہئے کہ سوچو، غور کرو کہ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں دخل اندازی کی وجہ سے تو نہیں ہو رہا؟۔ یہ ہلکے ہلکے جو جھٹکے دیئے جارہے ہیں یہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کی وجہ سے تو نہیں؟ اب غیر لکھنے والے بھی لکھنے لگ گئے ہیں۔ (غیر سے مراد جو احمدی نہیں ہیں ان کے اپنے لوگ) اور کہنے والے یہ کہنے لگ گئے ہیں، اخباروں میں بھی آتا ہے، اَور جگہ بھی بیانات آتے ہیں، گزشتہ کسی خطبہ میں کچھ بیان پڑھ کر بھی سنائے تھے کہ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے یہ خدا تعالیٰ کو

بقیہ صفحہ 3 پر

آگے بڑھتے رہو

آگے بڑھتے رہو دمبدم دوستو
دیکھو رکنے نہ پائیں قدم دوستو

ناخدا گر خدا کو بناتے رہے
ساحلوں پہ سفینہ بھی آ جائے گا
اُس کے حکموں پہ سر جو جھکاتے رہے
زندگی کا قرینہ بھی آ جائے گا

ساتھ وہ ہے تو پھر کیسا غم دوستو
آگے بڑھتے رہو دمبدم دوستو

جو خلافت کے دامن کو تھامے رہے
رحمتوں کی قبائیں بھی پا جائیں گے
اُس کی رسی کو مضبوط پکڑیں گے جو
نصرتوں کی ردائیں بھی پا جائیں گے

دیکھ لیں گے یہ اہل ستم دوستو
آگے بڑھتے رہو دمبدم دوستو

کوئی سالار جب چھوڑ کے چل دیا
مضطرب کس قدر کارواں ہوگیا
جذبہ ہائے جنوں پر سلامت رہے
پل کو ٹھٹکا پھر آگے رواں ہوگیا

ہے اُسی کا یہ فضل و کرم دوستو
آگے بڑھتے رہو دمبدم دوستو

ماں کی آغوش میں جیسے بچہ رہے
یوں خدا نے ہمیں گود میں لے لیا
اُس نے بے سائباں ہم کو چھوڑا نہیں
گر لیا ایک تو دوسرا دے دیا

اُس نے رکھا ہمارا بھرم دوستو
آگے بڑھتے رہو دمبدم دوستو

کلام صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ
ہے دراز دستِ دعا مرا صفحہ 351-353

مترجم: وقار احمد بھٹی

تعارف سورۃ الصّٰفّٰت (37ویں سورۃ)

(مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 183 آیات ہیں)

ترجمہ از انگریزی ترجمہ قرآن (حضرت ملک غلام فرید صاحب) ایڈیشن 2003

وقت نزول اور سیاق و سباق

بیہقی اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔قرطبی کے نزدیک جمہور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ یہ سورۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ابتدائی سالوں میں مکہ میں نازل ہوئی۔ اس سورت کا طرزِ بیان اور مضمون بھی اس بات کی تائید کرتا ہے۔سابقہ سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو 'اے سردار' کہہ کر پکارا گیا تھا جن کو ہر طرح کی غلطی سے پاک قرآن کریم دیا گیا ہے۔ جو ساری انسانیت کے لیے قیامت تک کے لیے ہے۔موجودہ سورت کے آغاز میں بتایا گیا ہے کہ یہ کامل سردار اس قرآن کے ذریعہ سے اور اپنے اسوۃ حسنہ سے نیک لوگوں کی ایک جماعت بنانے میں ضرور کامیاب ہو جائے گا

مضامین کا خلاصہ

اس سورت کا آغاز اس یقینی شہادت سے کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر تربیت جو کامل سردار ہیں، نیک لوگوں کی ایک جماعت جنم لے گی جو نہ صرف یہ ہے کہ خود خدا کی تسبیح وتحمید کرنے والے ہوں گے بلکہ عرب کے بیابان صحراؤں میں بھی ان کی آوازیں گونجیں گی اور اپنے نیک نمونوں سے دوسروں کو بھی بتوں کی پوجا اور برے کاموں سے روکیں گے یہاں تک کہ پورے عرب میں توحید باری تعالی کا ڈنکا بجے گا اور یہاں سے اسلام کی روشنی پوری دنیا میں پھیل جائے گی۔ اس سورت میں مزید بتایا گیا ہے کہ جب بھی خدا کا نبی دنیا کے کسی بھی حصے میں مبعوث ہوتا ہے، گمراہی کی طاقتیں اس کے راستے میں غلط بیانی اور غلط مطالب نکالنے کے ذریعہ حائل ہوتی ہیں یا نبی کی بات کو غلط طور پر بیان کرنے اور اس کی وحی میں جھوٹ کی آمیزش کرنے کے ذریعہ سے۔مگر وہ اپنے مکروہ ارادوں میں بری طرح سے ناکام ہوتے ہیں اور سچائی بڑھ چڑھ کر ترقی کرتی ہے۔ اس سورت میں مزید بتایا گیا ہے کہ جب کفار کو بتایا جاتا ہے کہ قرآنی تعلیمات عرب میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا کر دیں گی اور روحانی مردے نہ صرف ایک نئی زندگی حاصل کر لیں گے بلکہ اس زندگی کے حصول کے بعد دوسروں میں بھی اس روئیدگی کو بانٹیں گے، تو کفار اس خیال پر طنز اور تمسخر کرتے ہیں اور اسے پاگلوں کی بڑکیں اور ناممکنات میں سے قرار دیتے ہیں۔ گویا کہ یہ بات ظاہری مردوں کو زندہ کرنے کے مترادف ہے؟

اس سورت میں ہی کفار کے اس یقینی انکار کا یہ جواب تحدی سے دیا گیا ہے کہ ایسا ضرور ہوگا اور کفار کو ذلت اور رسوائی کا سامنا ہوگا۔ پھر اس سورت میں جنت کی نعماء کی تفصیل بیان کی گئی ہے جو نیکوں کو اور خدا کے برگزیدہ لوگوں کو ملیں گی۔ جنت کی نعماء کے تذکرہ کے بعد اس سزا کا ذکر کیا گیا ہے جو حق کے منکروں اور خدا کے رسولوں کی مخالفت کرنے والوں کو نصیب ہوگی۔ پھر اس سورت میں انبیاء کی زندگی سے چند مثالیں دی گئی ہیں، اس بات کی دلیل کے طور پر کہ حق کبھی ناکام نہیں ہوتا اور اس کا انکار کبھی اچھے نتائج پیدا نہیں کرتا۔ جب انبیاء کی مثالیں دی گئی ہیں ان میں حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت الیاس، حضرت یونس اور حضرت لوط علیہم السلام شامل ہیں۔

پھر اس سورت میں بت پرستی کی سختی سے تردید کی گئی ہے خاص طور پر فرشتوں کی عبادت کی۔ بت پرستوں کی سرزنش کی گئی ہے کہ وہ اس حد تک بے وقوف ہیں کہ اس سادہ حقیقت کو بھی نہیں سمجھ سکتے کہ کمزور انسانوں یا فطرتی قوتوں یا فرشتوں کو جو خود مخلوق ہیں، خدائی طاقتوں اور صفات سے متصف قرار دیتے ہیں جو انسانی عقل، سمجھ اور ضمیر کے خلاف ہے۔ ان کو مزید بتایا گیا ہے کہ فرشتے محض خدا کی مخلوق ہیں جن کو معین کام سپرد کیے گئے ہیں۔ اس سورت کا اختتام اس بیان پر ہے کہ جب کبھی بھی گمراہی کی طاقتیں خدا کے نبیوں اور اس کے برگزیدوں سے ٹکراتی ہیں تو مؤخر الذکر خدائی نصرت پاتے ہیں جبکہ شیطان کے چیلے ناکامی اور نامرادی دیکھتے ہیں۔ یہ حقیقت خدا کے نبیوں کی زندگی میں بار بار عیاں ہوتی چلی آئی ہے اور ایک ہی حتمی نتیجہ نکلتا ہے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

☆...☆...☆

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

ناراض کرنے کی وجہ سے ہے۔ لیکن ان کو یہ سمجھ نہیں آرہی کہ خدا تعالیٰ کیوں ناراض ہو رہا ہے؟ غور کریں کہ کیوں ناراض ہو رہا ہے۔ ایک دعویٰ کرنے والے نے یہ اعلان کیا تھا کہ خدا میری تائید میں نشانات دکھائے گا۔ ان نشانوں کو دیکھو اور غور کرو اور خدا کے بھیجے ہوئے کے انکار سے باز آؤ۔ اللہ تعالیٰ ظالم کو نہیں چھوڑتا۔ دنیا کے نمونے ہمارے سامنے ہیں۔

پاکستان میں صرف ظالمانہ قانون ہی اسمبلی نے پاس نہیں کیا بلکہ اس وجہ سے کئی احمدی صرف اس لئے شہید کئے گئے اور آج تک کئے جا رہے ہیں کہ وہ احمدی ہیں، وہ زمانے کے امام کو ماننے والے ہیں۔ اس قانون نے جرأت دلائی ہے کہ ظالم اپنے ظلموں پر بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ گو اب حکومت نے، عدالت نے بعض جگہ ایسے ظالموں کو ایک دو کیسز میں سزائیں بھی دی ہیں لیکن جب تک ظالمانہ قانون قائم ہے جو حکومت بھی آئے گی وہ ان ظلموں میں برابر کی شریک ہوگی۔

بہرحال ہم نے ان دنیا والوں سے تو کچھ نہیں لینا لیکن ہمدردی کے جذبات سے اور یہ بات کہ وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے، ہم حکومت کو بھی اور عوام کو بھی توجہ دلاتے ہیں کہ اگر امن قائم کرنا ہے اور خدا کی پکڑ سے باہر آنا ہے تو انصاف کے تقاضے پورے کرو۔

اپنے ہمسایہ ملک افغانستان سے سبق سیکھو جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں دو شہید کئے گئے۔ جن کے ذکر میں آپؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ''اس مصیبت اور اس سخت صدمے سے تم غمگین اور اداس مت ہو کیونکہ اگر دو آدمی تم میں سے مارے گئے تو خدا تمہارے ساتھ ہے۔ وہ دو کے عوض ایک قوم تمہارے پاس لائے گا اور وہ اپنے بندہ کے لئے کافی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے''۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 73)

پس آج بھی جو شخص احمدیت کی وجہ سے شہید کیا جاتا ہے اور اپنے ایمان پر حرف نہیں آنے دیتا وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے وعدوں سے حصہ پانے والا ہے۔ کیا ان دو کو شہید کر کے احمدیت کا جو پودا تھا اس کو بادشاہ وقت نے اکھیڑ دیا؟ کیا دنیا سے اس وجہ سے احمدیت ختم ہو گئی؟ آج گو تھوڑی تعداد میں ہی سہی لیکن احمدی افغانستان میں بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق قومیں جماعت میں شامل کی ہیں۔ ہر قوم کے سعید فطرت جماعت میں شامل ہو رہے ہیں لیکن آپؑ نے افغانستان کی سرزمین کے بارے میں جو انذار فرمایا تھا اس کو ہم آج تک پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ آج تک افغانستان میں بے امنی کی کیفیت ہے۔

خدا کے مسیح کے الفاظ یہ ہیں کہ ''ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا کہ ایسے معصوم شخص کو کمال بے دردی سے قتل کر کے اپنے تئیں تباہ کر لیا......''۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 74)

فرماتے ہیں ''اے کابل کی زمین! تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا۔ اے بدقسمت زمین! تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے''۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 74)

پس ہر عقل رکھنے والے اور دیکھنے والی آنکھ کے لئے یہ کافی ثبوت اس بات کا ہونا چاہئے کہ جو شخص ان الفاظ کا کہنے والا ہے وہ یقیناً خدا کا مرسل ہے۔ خدا کی طرف منسوب کر کے ایک بات کہہ رہا ہے اور آج سو سال بعد تک ہم ان الفاظ کے اثرات دیکھ رہے ہیں۔ وہ بادشاہ جو مولویوں سے ڈر گیا تھا کیا اسے کوئی مولوی بچا سکا؟ یا اس کے خاندان کو بچا سکا؟ اور پھر آج تک کی بے امنی کی کیفیت کیا اس بات کا کافی ثبوت نہیں کہ یہ الفاظ، یہ انذار خدا کے خاص بندے کے ہیں؟

(خطبہ جمعہ 23/ نومبر 2007ء)

تبرکات حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی۔ کفار کی طرف سے انتہا درجہ کی تکالیف

قسط نمبر 4

حضرت ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ کا ذکر

گو وہ صحابہ جو حبشہ میں چلے گئے تھے مکہ کے کفار سے محفوظ ہو گئے تھے لیکن جو مکہ سے ہجرت کر کے نہ جا سکے یا نہ گئے وہ بدستور مکہ والوں کے ظلموں کا تختہ مشق بنے رہے۔ بخاری میں لکھا ہے کہ حبشہ کی ہجرت کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کے ارادہ سے مکہ سے نکل گئے۔ مگر راستہ میں قبیلہ قارہ کا رئیس ابن الدغنہ نام آپ سے ملا۔ اس نے کہا کہ ابو بکر کہاں جا رہے ہو۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میری قوم مجھے میرے وطن میں خدا کی عبادت نہیں کرنے دیتی۔ اس لئے میں مکہ سے جاتا ہوں تا کہ دنیا میں گھوموں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا کہ اے ابو بکر! تیرے جیسے آدمی کو نہ تو خود اپنے وطن سے نکلنا چاہئے اور نہ لوگوں کو چاہئے کہ تجھے نکالیں۔ ابو بکر تُو تو بڑی خوبیوں والا آدمی ہے۔ میرے ساتھ واپس چل میں تجھے اپنے جوار یعنی پناہ میں رکھوں گا۔ اس پر وہ حضرت ابو بکرؓ کو لے کر واپس مکہ میں آیا اور لوگوں کو صحن کعبہ میں جمع کر کے کہا اِنَّ اَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ (صحیح بخاری کتاب الحوالات باب جوار ابی بکرٍ) یعنی اے میری قوم کے لوگو! ابو بکر تو اس شہر کی زینت اور فخر ہے۔ تم ایسے شخص کو اس کے اپنے وطن سے نکالتے ہو۔ اس پر لوگوں نے کہا اگر تو ابو بکر کو اپنی پناہ دیتا ہے تو ہم نے بھی تیری ذمہ داری پر ابو بکر کو پناہ دی۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر مکہ میں رہنے لگے۔ چند دنوں کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی زمین میں اپنے مکان کے ملحق ایک کوٹھری بنائی اور اس میں روز و شب نمازیں اور قرآن پڑھنے لگے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نہایت رقیق القلب تھے۔ جب قرآن پڑھتے تو زار زار رونے لگتے۔ چونکہ یہ کوٹھری برلب سڑک تھی اس لئے مشرکوں کے بچے اور عورتیں جمع ہو جاتے اور ان پر بقول مکہ کے کافروں کے نہایت بُرا اثر پڑنے لگا۔ وہ سب مل کر ابن الدغنہ کے پاس گئے اور اسے کہا کہ ہم نہیں چاہتے کہ تو نے ابو بکر کو جو پناہ دی ہے اس میں رخنہ اندازی کریں اور ابو بکر کو تکلیف دے کر تجھے ذلیل کریں۔ اور نہ ہم ابو بکر کو یہ اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ برلبِ سڑک قرآن پڑھے اور ہمارے بچوں اور عورتوں پر بد اثر ڈالے۔ ابن الدغنہ یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا کہ ابو بکر مَیں نے تجھے پناہ دی تھی۔ اب نہ تو میں اپنی ذلت چاہتا ہوں کہ عرب میں یہ مشہور ہو کہ میں نے ایک شخص کو پناہ دی مگر میری قوم نے میری پناہ کو توڑ دیا اور اس شخص کو تکلیفیں دیں۔ اس لئے یا تو اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں بیٹھ کر قرآن اور نمازیں ادا کر یا پھر میری ذمہ داری سے مجھے سبکدوش کر دے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے آج سے تجھے تیری ذمہ داری سے سبکدوش کیا اور میں نے اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری میں اپنے آپ کو داخل کیا۔ اس کے بعد پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ کو تکلیفیں دی جانے لگیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

ہجرت کے چھٹے سال حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور علیہ السلام کے سگے چچا اور ایک فوجی طرز کے آزاد مزاج اور سارا دن شکار میں مشغول رہنے والے جوان تھے اسلام میں داخل ہوئے۔ اس طرح پر کہ ایک دن ان کی لونڈی نے کہا کہ آج تیرے بھتیجے محمد کو ابو جہل نے نہایت گندی گالیاں دی ہیں۔ حمزہ جوش میں آ گئے اور برسرِعام ابو جہل کے سر پر کمان ماری اور کہا کہ آج سے میں بھی محمد کے دین میں داخل ہوتا ہوں۔ اس طرح یہ فوجی مزاج بے پرواہ رئیس، دین برحق میں داخل ہوا اور جنگ اُحد میں اس کے رب نے اسے شہادت کی عزت دے کر اپنے مقربین میں داخل کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے چند دنوں بعد مکہ کا ایک جبّار و قہار جوان جس کا غیظ و غضب مسلمانوں کے لئے وقف تھا اپنی کسی مخفی سعادت کی وجہ سے اسلام میں داخل ہوا۔ یہ جوان عمر بن خطاب تھا جو بعد میں اتنی ترقی کر گیا کہ آج ہر مسلمان کا سر اس کے احسانوں کے بوجھ سے جھکا ہوا ہے۔ بلکہ وہ نافرض شناس قوم جو اپنے آپ کو شیعہ کہتی ہے اور جس کا دن رات محبوب مشغلہ اُس کو گالیاں دینا ہے وہ بھی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچے کہ وہ ایران جہاں شیعوں کی سلطنت ہے عمرؓ بن خطاب نے ہی فتح کیا تھا۔ جو آج ان کی سلطنت کا حصہ بنا ہوا ہے۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر حضور علیہ السلام کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلے کہ کسی نے کہا۔

خانہ اَتُ ویراں تو در فکر دگر

تیری بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔ پہلے اپنے گھر کی خبر تو لے۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر آگ بگولا ہو گئے اور بہن کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ مکان پر پہنچے تو اندر سے قرآن پڑھنے کی آواز سن لی۔ وہاں خبابؓ صحابی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ تو حضرت عمرؓ کی آواز سن کر اندر چھپ گئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر داخل ہوئے تو کہا۔ میں نے سنا ہے کہ تم بھی اپنے دین سے پھر گئے ہو۔ یہ کہہ کر اپنے بہنوئی سعید بن زید کو مارنے لگے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن فاطمہ اپنے خاوند کو چھڑانے لگیں۔ تو ان کی انگلیاں زخمی ہو گئیں اور جب انگلیوں سے خون بہنے لگا تو وہ جو بظاہر جوشیلا مگر بباطن نہایت رقیق القلب تھا۔ نہایت متاثر ہوا اور لڑائی چھوڑ کر بہن سے کہنے لگا کہ

مجھے وہ اوراق دکھاؤ جو تم لوگ پڑھ رہے تھے۔ ان کی ہمشیرہ نے کہا پہلے نہا کر آؤ۔ پھر وہ اوراق میں تم کو دوں گی۔ حضرت عمرؓ اسی وقت نہائے۔ تب ان کی ہمشیرہ نے قرآن کے اوراق انہیں دیئے جو سورہ طٰہٰ پر مشتمل تھے۔ پڑھتے پڑھتے حضرت عمرؓ اس آیت پر پہنچے جس میں خدا تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت پر زور دیا گیا اور قیامت سے ڈرایا گیا ہے۔ تو وہ بے اختیار کہنے لگے کہ کیسا عجیب اور پاک کلام ہے۔ یہ سن کر حضرت خبابؓ جو اندر چھپے ہوئے تھے باہر نکل آئے اور کہا کہ تمہارا اسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کا نتیجہ ہے۔ ابھی کل ہی حضور علیہ السلام یہ دعا مانگ رہے تھے کہ الٰہی عمر بن خطاب اور عمرو بن ہشام (یعنی ابو جہل) میں سے ایک تو مسلمان ہو جائے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی حالت میں تلوار پکڑ کر ارقم کی حویلی میں گئے۔ جہاں اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معہ اور صحابہؓ کے کافروں کی شرارتوں کے خوف سے اندر سے کُنڈی لگا کر جمع تھے کہ حضرت عمرؓ نے دستک دی۔ صحابہؓ نے دروازہ کی دراز سے تلوار دیکھ کر دروازہ کھولنے میں تامّل کیا۔ آخر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جرأت سے دروازہ کھولا گیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر آ گئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کا کپڑا پکڑ کر کہا کہ عمرؓ! تو مجھے کب تک تکلیف دے گا؟

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ حضور میں تو مسلمان ہونے کے لئے آیا ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خوشی سے اللہ اکبر کہا۔ حضور کے ساتھ تمام مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور مکہ کی تمام پہاڑیاں اس عظیم الشان شخص کے اسلام لانے کی خوشی میں گونج اُٹھیں۔

بخاری میں لکھا ہے کہ ابن عمر کہتے ہیں کہ میں چار پانچ سال کا بچہ تھا کہ میں نے اپنے گھر کی چھت پر سے دیکھا کہ ہزاروں آدمیوں کا مجمع سیلاب کی طرح ہمارے گھر کے اردگرد جمع ہو رہا ہے اور سب کہہ رہے ہیں کہ صَبَا عُمَرُ صَبَا عُمَرُ۔ یعنی عمر صابی ہو گیا۔ عمر صابی ہو گیا۔ اتنے میں مکہ کا رئیس عاص بن وائل آیا اور کہا کہ کیا بات ہے؟ سب نے کہا۔ عمر صابی ہو گیا ہے۔ اس نے کہا۔ پھر تمہیں کیا؟ یہاں سے چلے جاؤ۔ میں اسے پناہ دیتا ہوں۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ اس کے رعب سے

سارا مجمع فوراً پراگندہ ہوگیا۔

حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے سے مخالفت اَور زیادہ بھڑک اُٹھی اور قریش کو اسلام کے متعلق سخت فکر دامنگیر ہوئی۔ اس پر انہوں نے عتبہ بن ربیعہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیجا کہ کسی طرح وہ حضورؐ کو اشاعتِ اسلام سے روکے لیکن عتبہ ناکام ہوا بلکہ وہ خود حضور علیہ السلام کی باتوں سے متاثر ہوگیا۔

اکابرِ مکہ کی طرف سے پیشکش اور اُس کا انکار

آخر قریش کے بڑے بڑے اکابر مثلاً ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، ابوجہل، امیہ بن خلف، عتبہ، شیبہ، ابوسفیان وغیرہ صحن کعبہ میں جمع ہوئے اور حضور علیہ السلام کو بُلوا بھیجا۔ جب حضورؐ تشریف لائے تو قریش نے سلسلہ کلام یوں شروع کیا کہ اے محمدؐ! اگر تیری ان تمام کوششوں کا یہ مقصد ہے کہ تو مالدار بن جائے تو ہم تجھے اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ تو سب سے زیادہ دولتمند ہوجائے گا اور اگر اس سے مقصد حصولِ جاہ وعزت ہے تو ہم تجھے اپنا رئیس اور بادشاہ بنانے کے لئے تیار ہیں۔ اور اگر تو حسن وجمال کا بھوکا ہے تو ہم عرب کی سب سے حسین وجمیل عورت سے تیری شادی کرانے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اگر یہ تمام باتیں نہیں بلکہ تو کسی بیماری میں مبتلا ہے یا کوئی آسیب تجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے تو ہم اپنے پاس سے خرچ کرکے تیرا علاج کراسکتے ہیں۔ حضورؐ نے کفار کی تمام تقریر خاموشی سے سنی اور فرمایا کہ اے قریش کے سردارو! مجھے نہ تو مال کی تمنا ہے اور نہ ہی اپنی عزت کی خواہش ہے۔ نہ ہی کسی کے حسن وجمال کا بھوکا ہوں اور نہ مجھے کوئی بیماری یا آسیب ہے بلکہ میں تو خدا کی طرف سے ایک رسول اور خدا کا پیغام لے کر تمہاری طرف آیا ہوں۔ اگر تم میری باتیں سنو گے اور ان پر عمل کروگے تو تمہارا اپنا فائدہ ہے۔ اور اگر تم میری باتوں کو ردّ کروگے تو میں خدا کے فیصلہ کا منتظر ہوں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفار سے بحث

اس پر قریش کے رؤسا نے کہا کہ اچھا اگر تو خدا کا سچا نبی ہے تو ہمارے اس بے آب وگیاہ ملک کو دریاؤں، نہروں، باغوں اور سرسبز کھیتوں سے بھردے۔ حضورؐ نے فرمایا: میں خدا نہیں بلکہ خدا کا ایک بندہ، ہاں اس کا رسول اور نبی ہوں۔ میرا کام تمہارے نفع اور نقصان پر تمہیں آگاہ کر دینا ہے۔

پھر قریش نے کہا کہ اگر تو نبی ہوتا تو سونے اور چاندی کے ڈھیر تیرے پاس ہوتے یا تیرے ہمراہ خدا کے فرشتوں کی فوجیں ہوتیں۔ مگر برخلاف اس کے تو اکیلا، تن تنہا بازاروں میں معمولی انسانوں کی طرح چلتا پھرتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: میں نے کب کہا تھا کہ میرے پاس سونے اور چاندی کے ڈھیر ہیں یا یہ کہ میرے ہمراہ فرشتوں کی فوجیں ہیں۔ میں تو محض خدا کا ایلچی اور قاصد ہوں۔ اگر تم میری باتوں پر ایمان لاؤ گے تو نفع پاؤ گے اور اگر انکار کروگے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ پھر قریش نے کہا کہ اگر تو خدا کا سچا نبی ہے تو ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جا اور وہاں سے کوئی کتاب لا تا کہ ہمیں یقین ہو کہ تو واقع میں آسمان تک پہنچ گیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا: میں محض بشر رسول ہوں۔ یہ کام میرا نہیں۔

آخر تنگ آکر کافروں نے کہا کہ اور کچھ نہیں تو عذاب ہی لا، جس کا تو نے ہم سے کئی دفعہ وعدہ کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ عذاب کا لانا بھی میرے اختیار میں نہیں۔ یہ خدا کا کام ہے۔ اس پر بحث ختم ہوگئی اور کفار غصہ اور حضورؐ مغموم دل سے ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ حضورؐ کے واپس تشریف لانے کے بعد ابوجہل نے غصہ سے کہا کہ تم نے دیکھا کہ کس طرح محمدؐ نے ہماری تمام تجاویز اور باتوں کو ٹھکرا دیا اور قبول نہ کیا۔ اب میں محمدؐ کا سر کچلے بغیر نہ رہوں گا۔ دوسرے دن ابوجہل ایک بڑا سا پتھر لے کر کعبہ کے صحن میں کھڑا ہو کر حضورؐ کا انتظار کرنے لگا مگر جب حضورؐ تشریف لائے تو اس پر ایسا رعب چھایا کہ حملہ نہ کرسکا۔ اس کے بعد کفار مخالفت میں زیادہ سے زیادہ تیز ہوتے گئے۔

مقاطعہ کا معاہدہ

آخر نبوت کے ساتویں سال کے پہلے مہینہ یعنی محرم میں ایک باقاعدہ معاہدہ ہوا کہ کوئی شخص بنوہاشم اور بنومطلب سے نہ رشتہ کرے گا اور نہ ان سے خرید وفروخت کرے گا اور نہ ان سے کسی قسم کا کوئی تعلق رکھے گا۔ جب تک کہ وہ محمدؐ کو ہمارے سپرد نہ کر دیں۔ اس معاہدہ میں علاوہ قریش کے، بنوکنانہ کے قبائل بھی شریک تھے اور سب رؤساء نے اس پر دستخط کئے اور یہ معاہدہ خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا۔

اس پر حضور علیہ السلام اور بنوہاشم یعنی آپ کے پڑدادا ہاشم کی اولاد اور بنومطلب یعنی آپ کے پڑدادا ہاشم کے بھائی مطلب کی اولاد، خواہ کافر ہوں خواہ مسلمان، سب کے سب شعب ابی طالب نام کے پہاڑیوں سے محصور ایک وادی میں محصور ہو گئے۔ سوائے حضورؐ کے سگے چچا ابولہب کے جو دشمنوں کے ساتھ مل گیا تھا، باقی سب یہاں محصور رہے۔ یہ محاصرہ تین سال رہا۔ سوائے ایام حج اور حرام مہینوں کے حضورؐ اور حضورؐ کے ساتھی باہر نہ نکل سکتے تھے اور کفار باہر سے کھانا پہنچنے نہ دیتے تھے۔ پس سوائے چھپ چھپا کے، باہر سے کچھ نہ پہنچ سکتا تھا۔ رات کو بنوہاشم کے بھوکے بچوں کے رونے کی آوازیں سن کر مکہ کے کفار خوش ہوتے تھے۔ حکیم بن حزام اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے لئے خفیہ کھانا پہنچایا کرتے تھے۔ جب ابوجہل کو پتہ لگا تو اس نے حکیم سے ہاتھا پائی تک نوبت پہنچائی۔

آخر اس سختی کو مکہ کے بعض شرفا گو کافر تھے، برداشت نہ کرسکے اور ابوجہل کی مخالفت کے باوجود مطعم بن عدی نے وہ عہد نامہ کعبہ سے اُتار کر پھاڑ دیا اور اس طرح اس محاصرہ کا خاتمہ ہوگیا۔

پے بہ پے صدمے

شعب ابی طالب کے محاصرہ کے بعد لگاتار ایک ہی سال میں یعنی نبوت کے دسویں سال، پہلے حضورؐ کے چچا ابوطالب نے وفات پائی اور چند دن بعد حضورؐ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ افسوس ہے کہ ابوطالب اسلام لائے بغیر فوت ہوئے۔ ان دونوں کی زندگی میں خدا کی تائیدات کے علاوہ گھر کے اندر حضورؐ کی غم خوار خدیجہؓ تھیں اور گھر سے باہر حضورؐ کے چچا ابوطالب تھے۔ اس لئے ان دونوں غم خواروں کی جدائی کی وجہ سے حضور علیہ السلام نے اس سال کا نام عام الحزن رکھا یعنی غموں کا سال۔

(روزنامہ الفضل قادیان 22 جون 1939ء)

آج کی دعا

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

(صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ حدیث نمبر 1338)

ترجمہ: ”ایک اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ حکومت اور فرمانروائی اسی کی ہے۔ وہی شکر وستائش کا حقدار ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اے اللہ! جو کچھ تو کسی کو دے اسے کوئی روک سکنے والا نہیں اور جس چیز کو تو روک لے کوئی اسے دے سکنے والا نہیں اور تیرے سامنے کسی شان والے کو اس کی شان کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔“

یہ پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نماز سے سلام پھیرنے کے بعد کی دعا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیرتے تو یہ (مندرجہ بالا) دعا کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ اپنے منظوم کلام میں اللہ تعالیٰ کے حضور مناجات پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہاتھ میں تیرے ہے ہر خُسران و نفع و عُسر و یُسر
تو ہی کرتا ہے کسی کو بے نوا یا بختیار
جس کو چاہے تختِ شاہی پر بٹھا دیتا ہے تو
جس کو چاہے تخت سے نیچے گرا دے کرکے خوار
عزت و ذلت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں
تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے اور بادِ بہار

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

مرسلہ: مکرم عطاء المجیب راشد صاحب، امام مسجد فضل لندن

حاصل مطالعہ

قدرت کی پناہ

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے آنحضرت ﷺ سے جسم میں دردوں کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنا ہاتھ درد کی جگہ پر رکھو اور تین بار بسم اللہ پڑھو۔ پھر سات مرتبہ یہ دُعا کرو:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ

میں اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس شرسے جو مجھے لاحق ہے اور جس کا مجھے اندیشہ ہے۔

(صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب وضع یدہ حدیث نمبر:4082)

خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی تاکید

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: معاذ! خدا تعالیٰ کی قسم! مجھے تم سے محبت ہے۔ میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ کسی نماز کے بعد یہ دعا چھوٹنے نہ پائے:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

اے میرے اللہ! میری مدد فرما کہ تیرا ذکر کروں، تیرا شکر ادا کروں اور عمدگی سے تیری عبادت بجالاؤں۔

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ۔ باب فی الاستغفار)

راضی برضا رہنے کی برکت

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ بیان فرماتے ہیں کہ صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کا جب انتقال ہوا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ میں موجود تھا۔ فرمایا کہ لڑکے کی حالت نازک تھی۔ اس کی والدہ نے مجھ سے کہا کہ آپ ذرا اس کے پاس بیٹھ جائیں۔ میں نے نماز نہیں پڑھی۔ میں نماز پڑھ لوں۔ فرمایا کہ وہ نماز میں مشغول تھیں کہ لڑکے کا انتقال ہوگیا۔ میں ان خیالات میں پڑ گیا کہ جب اس کی والدہ لڑکے کے فوت ہونے کی خبر سنے گی تو بڑا صدمہ ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے سلام پھیرتے ہی مجھ سے پوچھا کہ لڑکے کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا کہ لڑکا تو فوت ہوگیا۔ انہوں نے بڑے انشراح صدر سے کہا: الحمد للہ! میں تیری رضا میں راضی ہوں۔ ان کے ایسا کہنے پر میرا غم خوشی سے بدل گیا اور میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تیری اولاد پر بڑے بڑے فضل کرے گا۔

(از سیرت المہدی جلد 4 صفحہ 93)

عمر بڑھانے کا نسخہ

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے الفاظ ہیں:

’’پس عمر بڑھانے کا اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں ہے کہ انسان خلوص اور وفاداری کے ساتھ اعلائے کلمۃ الاسلام میں مصروف ہو جاوے اور خدمتِ دین میں لگ جاوے اور آج کل یہ نسخہ بہت ہی کارگر ہے کیونکہ دین کو آج ایسے مخلص خادموں کی ضرورت ہے۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر عمر کا کوئی ذمہ دار نہیں ہے۔ یونہی چلی جاتی ہے۔‘‘

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد نمبر3 صفحہ 563 ایڈیشن 2003ء انڈیا)

نماز کا مزہ سب چیزوں سے زیادہ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’نماز کیا ہے؟ یہی کہ اپنے عجز و نیاز اور کمزوریوں کا خدا کے سامنے پیش کرنا اور اس سے اپنی حاجت روائی چاہنا کبھی اس کی عظمت اور احکام کی بجاآوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا اور کبھی ذلت اور فروتنی سے اس کے آگے سجدہ میں گر جانا اور اس سے اپنی حاجات کا مانگنا۔ یہی نماز ہے کہ ایک سائل کی طرح کبھی اس مسئول کی تعریف کرنا کہ تو ایسا ہے تو ایسا ہے۔ اس کی عظمت اور جلال کا اظہار کرکے اس کی رحمت کو جنبش دلانا اور پھر اس سے دعا مانگنا۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 188 الحکم 31 مارچ 1903ء ایڈیشن 2003ء انڈیا)

اسلام اور سائنس

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’اسلام جو خدا کا کلام ہے سائنس سے جو خدا تعالیٰ کے فعل کی تشریح ہے کسی صورت میں ٹکرا نہیں سکتا۔ کیونکہ سائنس کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ وہ خواص اشیاء معلوم کرے اور خواص اشیاء کے معلوم ہونے پر اسلام کی صداقت ثابت ہوگی۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 1 صفحہ 270)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانہ طالبعلمی کا ایک واقعہ

آپؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ تاریخ کے سبق کے دوران یونیورسٹی آف لندن کے تاریخ کے ایک متعصب پروفیسر نے آنحضور ﷺ کے زمانہ میں ایک یہودی قبیلہ بنو قریظہ کے جنگجو افراد کے قتل کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ پر ظلم کا الزام لگایا۔ میں اور میرے ایک عزیز دوست میر محمود احمد ناصر صاحب اسے برداشت نہ کرسکے اور جواب کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس پر اُس پروفیسر نے کہا کہ یہاں بحث کا وقت نہیں، تم کو جو کچھ کہنا ہو میرے کمرے میں آکر کہنا۔ مگر ہم نے اسے یہ جواب دیا کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ہمارے آقا ﷺ پر حملہ تو تم برسرعام کرو اور جواب ہم علیحدگی میں دیں۔ چنانچہ جب ہم نے اس بارہ میں اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کی تو ایک یہودی طالب علم اُٹھ کھڑا ہوا اور اس نے یہ اعلان کیا کہ ’’اگرچہ میں یہودی ہوں اور سب سے زیادہ مجھے اس بات کا غصہ ہونا چاہئے تھا۔ مگر یہ بحث سننے کے بعد میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) پر اس واقعہ سے ہرگز حرف نہیں آتا۔ کیونکہ اوّل تو یہ فیصلہ ان کا نہیں تھا۔ دوسرے سعدؓ بن معاذ کا فیصلہ بھی میرے نزدیک درست تھا۔ اور وہ غدار اسی لائق تھے کہ تہ تیغ کئے جاتے۔‘‘

آج تک اس شریف النفس یہودی کے الفاظ کا میرے دل پر گہرا اثر ہے اور میں تادم مرگ اُس کا ممنون احسان رہوں گا اور ہمیشہ دل سے اس کے لئے دعا نکلتی رہے گی کہ اُس نے انصاف کو ہاتھ سے نہ چھوڑا اور غیر معمولی شرافت اور جرأت کا اظہار کرتے ہوئے میرے محبوب آقا ﷺ کی بریت کی۔

(ماخوذ از صاحبزادہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب: مودودی اسلام صفحہ: 50 تا 51)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک تاکیدی ارشاد

’’نمازوں کے اوقات میں جیسا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے پوری توجہ نمازوں کی طرف رکھو۔ تمہارے کام یا تمہارے دوسرے عذر تمہیں نمازیں پڑھنے سے نہ روکیں۔ کام کی خاطر نماز کو نہ چھوڑو بلکہ نماز کی خاطر کام چھوڑو۔ ورنہ یہ بھی ایک قسم کا مخفی شرک ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 اپریل 2005ء)

☆...☆...☆

مرسلہ: غلام مصباح بلوچ

حضرت میاں محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ

اپیل نویس۔ مردان

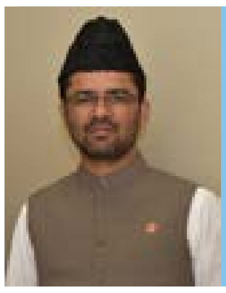

حضرت میاں محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ کا آبائی گاؤں اصل میں مدھ بھلووال (Mudh Bhillowal) ضلع امرتسر ہے (جماعتی لٹریچر میں اس گاؤں کا نام صرف ''مُد'' مشہور ہے۔ ناقل) لیکن آپ مردان میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد میاں احمد بخش صاحب نائب تحصیلدار تھے۔ آپ تین بھائی تھے، سب سے بڑے آپ یعنی حضرت میاں محمد یوسف صاحبؓ، دوسرے نمبر پر حضرت میاں محمد یعقوب صاحبؓ اور تیسرے نمبر پر حضرت میاں محمد احسن صاحبؓ۔ سب سے پہلے حضرت میاں محمد احسن صاحب (وفات 27/ اگست 1955ء بعمر 72 سال مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ) احمدیت کے نور سے منور ہوئے۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 238۔ نیو ایڈیشن)

حضرت میاں محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ نے ساری زندگی مردان میں ہی گزاری۔ قبول احمدیت سے پہلے آپ حضرت محمد سلمان شاہ صاحب آف تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان کے مریدوں میں سے تھے۔ 1901ء میں حضرت بابو شاہ دین صاحب رضی اللہ عنہ سٹیشن ماسٹر آف ساہووالہ ضلع سیالکوٹ (یکے از 313 اصحاب۔ وفات 15/ مئی 1908ء مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) کے ذریعے بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے، آپ کی بیعت کا اندراج اخبار الحکم میں اس طرح درج ہے:

''محمد یوسف صاحب۔ مدھ بھلووال۔ امرتسر حال مردان پشاور۔ اپیل نویس سابق مرید توسوی سلسلہ''

(الحکم 17/ اگست 1901ء صفحہ 16 کالم 3)

بیعت کے بعد آپ کا یہ معمول تھا کہ شام کو باقاعدہ حضرت بابو شاہ دین صاحبؓ کے گھر دیگر احمدیان کے ساتھ جمع ہوتے اور نماز مغرب کے بعد اخبار الحکم و بدر پڑھ کر سناتے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے تازہ الہامات، ملفوظات اور حالات سے آگاہ ہوتے۔ (الحکم 17 اگست 1901ء صفحہ 15) بیعت کے تقریباً تین ماہ بعد آپ اپنے اہل و عیال کے ساتھ قادیان حاضر ہوئے، اخبار الحکم لکھتا ہے:

''اس ہفتہ میں بہت سے مہمان تشریف لائے جن میں سے بابو شاہ دین صاحب سٹیشن ماسٹر، منشی محمد یوسف صاحب اپیل نویس مردان سے اپنے اہل و عیال کو لے کر ایک اچھے عرصہ تک حضرت اقدس کی صحبت سے فیض اٹھانے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔''

(الحکم 24 نومبر 1901ء صفحہ 15 کالم 1)

آپ احمدیت کا عمدہ نمونہ تھے اور دوسروں تک یہ پیغام پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مخالف مولوی صاحب نے ایک مجلس میں بڑی ادا سے مولوی الطاف حسین حالی کی مسدس دربارہ تنزل اسلام کے اشعار سنائے تو آپ جھٹ اٹھ کھڑے ہوئے اور حاضرین کو مخاطب کر کے پوچھا کہ جب اہل اسلام کا یہ ناگفتہ بہ حال ہے جو خلیفہ صاحب کے اشعار سے ظاہر ہو رہا ہے..... اور نیز جب اسلام کا تنزل اس درجہ تک ہو گیا ہے تو کیا اب بھی مسیح موعود و مہدی معہود کے آنے کی ضرورت نہیں تھی.....'' (الحکم 31 مئی 1902ء صفحہ 13-16) جعدار محترم فضل الدین صاحب اوورسیر لکھتے ہیں کہ مجھے احمدیت کی نعمت 1910ء میں صرف ایک دن حضرت میاں محمد یوسف صاحب کی مختصر مجلس میں بیٹھ کر نصیب ہوئی۔

(الفضل 5/ جنوری 1956ء صفحہ 7)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے واقعات میں ایک اہم واقعہ ''مباحثہ مُد'' بھی ہے جو اکتوبر 1902ء میں پیش آیا یہ مباحثہ حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کے درمیان حضرت میاں محمد یوسف صاحبؓ کے گاؤں مُد میں ہوا تھا اور آپؓ نے ہی حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں قادیان سے وفد بھجوانے کی درخواست کی تھی، ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں 24/ اکتوبر 1902ء دربار شام کے تحت لکھا ہے: ''برادرم مکرم محمد یوسف صاحب اپیل نویس نے اپنے گاؤں میں بعض لوگوں کے شکوک کے رفع کرنے کے واسطے بعض احباب کو حضرت اقدس کے ایما سے لے جانا چاہا اس کی تجویز ہوئی کہ مولوی عبداللہ صاحب اور مولوی سرور شاہ صاحب کو بھیجا جاوے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ 446) حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''اعجاز احمدی'' میں بھی اس کا ذکر یوں فرمایا ہے: ''..... موضع مُد ضلع امرتسر میں باصرار منشی محمد یوسف صاحب میرے دو مخلص دوست ایک مباحثہ میں گئے ....''

(اعجاز احمدی، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 107)

مباحثہ کے بعد بھی آپ کو قادیان حاضر ہونے کا موقع ملتا رہا، مورخہ 5/ نومبر 1902ء بوقت سیر کی ڈائری میں لکھا ہے:

''محمد یوسف صاحب اپیل نویس نے عرض کیا کہ حضور موضع مد کے مباحثہ میں ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا تھا کہ مرزا صاحب تمہاری آنکھیں کیوں نہیں اچھی کر دیتے۔ حضرت اقدس نے فرمایا:

''جواب دینا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک اندھا تھا جیسے قرآن مجید میں لکھا ہے عَبَسَ وَتَوَلّٰی ﴿2﴾ اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی ﴿3﴾ (عبس: 2،3) وہ کیوں نہ اچھا ہوا حالانکہ آپ تو افضل الرسل تھے۔ اور بھی اندھے تھے.....''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 448)

اسی طرح 7/ نومبر 1902ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفر بٹالہ کے موقع پر بھی آپ کی حاضری کا ذکر ملفوظات میں موجود ہے۔ حضورؑ نے آپ کو مخاطب ہو کر فرمایا:

''آپ دلگیر نہ ہوں آپ ایک دینی جہاد میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ اس سلسلہ کو ایسا پھیلائے گا کہ یہ سب پر غالب ہوں گے اور آج کل کے موجودہ ابتلاء سب دور ہو جائیں گے۔ خدا تعالیٰ کی یہی سنت ہے کہ ہر ایک کام بتدریج ہو، کوئی درخت اتنی جلدی پھل نہیں لاتا جس قدر جلدی ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کا نشان۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 492-493 حاشیہ ایڈیشن 2003ء انڈیا)

پھر مورخہ 25/ نومبر 1902ء کی ڈائری میں بھی موضع مد میں آپ کے بائیکاٹ کا ذکر ہے چنانچہ لکھا ہے:

''حضرت اقدس کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ موضع مد میں محمد یوسف صاحب کا پانی بند کرنے اور تعلقات لین دین، گفتگو، سلام پیام سب ترک کرنے کی تحریک جاری ہے اس لیے ان کے گھرانے کو سخت تکلیف ہے فرمایا کہ

خدا تعالیٰ آسمان پر دیکھتا ہے ان کو اس کا اجر دے گا اور تکلیف دینے والوں کو سزا دے گا۔ یونہی ان کو چھوڑتا نہیں۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 540)

آپ کے داماد حضرت حاجی محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر (وفات: 16/ اکتوبر 1966ء۔ مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ) آپ کے متعلق روایت کرتے ہیں:

''15/ ستمبر 1938ء کو شام کے وقت مَیں حضرت میاں محمد یوسف صاحب مردان کے ہمراہ کھانا کھا رہا تھا۔ میں نے پوچھا آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہمراہ کھانا کھانے کا کتنی دفعہ شرف حاصل ہوا؟ فرمایا: دو دفعہ مختلف موقعوں پر موقعہ ملا۔ پہلی دفعہ تو گول کمرہ میں اور دوسری بار بٹالہ کے باغ میں جو کچہریوں سے متصل ہے جہاں حضرت صاحب کسی گواہی کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ اس موقعہ پر چالیس پچاس دوست حضور کے

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ہمرکاب تھے، کھانا دارالامان سے پک کر آ گیا تھا، فرش بچھا کر دو قطاروں میں دوست بیٹھ گئے۔ مَیں دوسری قطار میں بالکل حضرت صاحب کے سامنے بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک ہندو وکیل صاحب آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کے الہامات میں جو ’’دافع البلاء‘‘ میں شائع ہوئے ہیں ایک الہام میں شرک کا رنگ ہے اور وہ الہام ’’اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ وَلَدِیْ‘‘ ہے۔ حضرت صاحب نے اس کے جواب میں ابھی کوئی کلمہ اپنی زبان مبارک سے نہ فرمایا تھا کہ مَیں نے فوراً کہا کہ وہاں ایک تشریحی نوٹ بھی تو ہے۔ وکیل نے انکار کیا کہ وہاں کوئی نوٹ نہیں۔ مَیں نے کہا کہ کتاب لاؤ مَیں دکھا دیتا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس کتاب کہاں ہے۔ حسنِ اتفاق سے اس وقت میرے پاس حضرت صاحب کی سب کتب موجود تھیں جن کی مَیں نے خوبصورت جلدیں بندھوائی ہوئی تھیں اور وہ کتب مَیں مشہور مباحثہ مُد کے سلسلہ میں اپنے ہمراہ لے گیا تھا کیونکہ مباحثہ ہماری تحریک پر ہی ہوا تھا۔ مَیں نے فوراً ہاتھ صاف کرتے ہوئے کتاب دافع البلاء کی جلد نکالی، قدرت خداوندی تھی کہ جونہی مَیں نے کتاب کھولی تو پہلے وہی صفحہ نکلا جس میں یہ الہام اور تشریحی نوٹ درج تھا۔ مَیں نے وہ کتاب وکیل صاحب کو پڑھنے کے لیے دی۔ یہ نوٹ پڑھ کر وکیل صاحب کو تو بہت ندامت ہوئی لیکن مجھے اب تک اپنی اس جسارت پر تعجب آتا ہے کہ مَیں حضورؑ کی موجودگی میں اس طرح بول پڑا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سارے عرصہ میں خاموش رہے۔ یہ واقعہ کھانے کے درمیان میں ہوا تھا، اس وقت حضرت صاحب کے چہرہ پر خوشی نمایاں تھی۔ حضورؑ نے اپنے سامنے والی قیمہ کی رکابی مجھے عنایت کر کے فرمایا کہ آپ اس کو کھالیں۔‘‘

(سیرت المہدی جلد اول حصہ سوم روایت نمبر 908۔ جدید ایڈیشن)

آپ نے اپنے بیٹے حضرت میاں غلام حسین صاحبؓ (وفات 8/دسمبر 1955ء) کو حصول تعلیم کے لیے قادیان میں داخل کرادیا تھا۔ 1905ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وقف زندگی کی تحریک فرمائی تو مخلص باپ کے اس مخلص بیٹے نے اول طور پر اس تحریک پر لبیک کہا، اخبار بدر نے ’’دو رشید لڑکے‘‘ کے تحت پہلا خط اسی بیٹے کا درج فرمایا ہے جس میں انھوں نے لکھا:

’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بحضور فیض گنجور حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ و السلام

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

حضورؑ کی کل تقریر سن کر میں نے پختہ عہد کیا ہے کہ میں آئندہ دنیا کے واسطے ہرگز نہیں پڑھوں گا بلکہ آج سے میں اپنی زندگی کو دین کے واسطے وقف کرتا ہوں اور حضورؑ کے منشاء کے مطابق دینی تعلیم اور صرف انگریزی زبان اور سنسکرت پڑھوں گا اور اس کے بعد اگر زندگی نے وفا کی تو محض للہ دین کی خدمت میں زندگی بسر کروں گا۔ پر چونکہ انسان کمزور ہے اور پھر بچپن اور بھی کمزور ہوتا ہے لہٰذا اس تحریر کے ذریعہ میں حضورؑ سے اس عہد اور ارادہ پر قائم رہنے اور اس کی توفیق ملنے کے لیے دعا کی استدعا کرتا ہوں۔

حضور کا غلام خاکسار غلام حسین ولد میاں محمد یوسف اپیل نویس مردان پشاور

طالب علم جماعت فورتھ ہائی سکول مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان۔ 27/دسمبر 1905ء

اس درخواست کے جواب میں حضرت اقدس علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا:

’’السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ میں مطلع ہوا، جزاکم اللہ خیراً۔ خدا تعالیٰ اس راہ میں برکت دے اور آخیر تک اس راہ پر استقامت بخشے، آمین۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنا یہ ارادہ پرچہ الحکم و بدر میں شائع کرادیں اور خدا سے ارادہ پر قائم رہنے کے لیے دعا کرتے رہیں۔ والسلام مرزا غلام احمد

(بدر 12/جنوری 1906ء صفحہ 3 کالم 2)

مورخہ 21/مارچ 1908ء کو Sir James Wilson فنانشل کمشنر پنجاب ایک روزہ دورہ پر قادیان تشریف لائے، اس موقع پر استقبال کرنے والوں میں حضرت میاں محمد یوسف صاحبؓ بھی شامل تھے۔ (بدر 26/مارچ 1908ء صفحہ 2 کالم 3)

آپ نے 6/مئی 1961ء کو مردان میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ کے بھتیجے مکرم میاں محمد حسین صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ مردان نے لکھا:

’’حضرت میاں محمد یوسف صاحب احمدی اپیل نویس جو حضرت مسیح موعود کے پرانے صحابی اور 1901ء کے بیعت شدہ تھے، قریباً ایک سو سال کی عمر پا کر 6/مئی 1961ء بوقت ساڑھے تین بجے صبح بروز شنبہ مقام بکٹ گنج مردان وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی دن شام کو انھیں امانتاً سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے جنازہ میں جماعتہائے احمدیہ ہوتی، مردان، نوشہرہ، پشاور کے احباب، اقرباء اور معززین بکٹ گنج نے شمولیت کی۔ غسل کے بعد وہ قمیض جو مرحوم نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کی تھی، پہنا کر تکفین کی گئی۔ نماز جنازہ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت ہائے سابق صوبہ سرحد نے پڑھائی۔‘‘

(الفضل 21/مئی 1961ء صفحہ 6)

آپ نے دو شادیاں کیں، پہلی زوجہ سے اولاد میں حضرت میاں غلام حسین صاحبؓ، میاں عبداللہ جان، میاں عبدالحئی، حضرت مریم بیگم صاحبہؓ (وفات: 11/فروری 1965ء بعمر 75 سال مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ) اہلیہ حضرت حاجی محمد اسماعیل صاحب سٹیشن ماسٹر، امۃ الحئی اہلیہ حضرت ڈاکٹر محمد دین صاحبؓ تھے اور دوسری زوجہ محترمہ عائشہ بی بی صاحبہ سے اولاد میں میاں عبدالسلام صاحب، امۃ السلام زوجہ میاں محمد افضل صاحب اور امۃ القدوس زوجہ محمد حسین صاحب تھے۔

آپ کے دو پڑپوتے میاں عبدالواحد صاحب مبلغ سلسلہ ٹبورا (تنزانیہ) اور میاں رضی احمد صاحب مربی سلسلہ تحریک جدید ربوہ خدمت دین کی توفیق پا رہے ہیں۔ آپ کی تصویر اور اولاد کی تفصیل میاں عبدالواحد صاحب نے مہیا کی ہے، جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

☆...☆...☆

03دسمبر 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	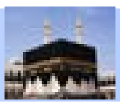	04:12	19:06
مدینہ منورہ	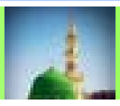	04:03	19:14
قادیان	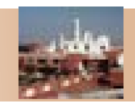	03:45	19:38
ربوہ	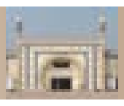	03:25	19:18
اسلام آباد ٹلفورڈ		03:19	21:23